

موہن رسول کی سزائے قتل پر

جناب ابن عمر فاروقی

ائمہ اربعہ اور علماء امت کا اجماع

فقہ اسلامی میں ”سب و شتم“ سے کیا مراد ہے؟

عربی لغت میں ”سب“ کا معنی یہ ہے کہ ”کسی چیز کے بارے میں ایسے کلمات کہے جائیں جن سے اس چیز میں عیب و نقص پیدا ہو سکے۔ (مرقاۃ) ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ”جو کلام عرف میں نقص، عیب، طعن کے لیے بولی جاتی ہو، وہ سب و شتم ہے۔“ (الصارم المسلول، ص ۵۳۳)

معاملہ جب رحمت عالم ﷺ کی شان اور ذات مقدسہ کا ہو تو احتیاط و ادب کا لازم ہونا کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور نبوت سے اختلاف بھی اباحت دم کے زمرے میں آتا ہے، چہ جائیکہ آپ ﷺ کی مخالفت اور مذمت کی جائے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں: ”اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ اس کے محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے اعراض کرنے کی وجہ سے (جبکہ وہ معاہدہ نہ ہو) اس کا خون مباح ہو جاتا ہے اور ان حقوق واجبہ سے روگردانی کرنے کی بنا پر اس کو سزا دینا روا ہو جاتا ہے۔ یہ صورتحال محض اسے اس لیے پیش آتی ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و احترام سے صرف سکوت اختیار کیا، لیکن جب اس کے عین برعکس وہ آپ ﷺ کی مذمت کرتا، گالی دیتا اور توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی سزا اباحت سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے کہ سزا کا تعین جرم کی نوعیت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔“ (الصارم المسلول، ص ۵۹۳، اردو ترجمہ)

علامہ ابن تیمیہؒ مزید صراحت فرماتے ہیں کہ ”جب ہم کسی مشرک یا کتابی کو نہیں کہہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے رہا ہے تو ہمارے اور اس کے مابین کوئی عہد قائم نہیں رہتا بلکہ بقدر امکان واستطاعت ان سے جہاد و قتال ہم پر واجب ہے۔“ (الصارم المسلول، ص ۲۹۱، اردو ترجمہ)

گالی کے معنی و مفہوم معلوم ہو جانے کے بعد دیکھئے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا سے متعلق احکام الفقہ کیا ہیں اور ائمہ اربعہ کے فتاویٰ اور تصریحات کیا ہیں:

امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا مذہب

علامہ خیر الدین ربلی حنفی فتاویٰ بزازیہ میں لکھتے ہیں: ”شائم رسول ﷺ کو بہر طور حد اُقتل کرنا ضروری ہے۔ اس کی توبہ بالکل قبول نہیں کی جائے گی، خواہ یہ توبہ گرفت کے بعد ہو یا اپنے طور پر تائب ہو جائے کیونکہ ایسا شخص زندگی کی طرح ہوتا ہے، جس کی توبہ قابل توجہ ہی نہیں اور اس میں کسی مسلمان کے اختلاف کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس جرم کا تعلق حقوق العباد سے ہے، یہ صرف توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتا، جس طرح دیگر حقوق (چوری، زنا) توبہ سے ساقط نہیں ہوتے اور جس طرح حد تہمت توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ یہی سیدنا ابوبکرؓ، امام اعظمؒ، اہل کوفہ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے۔“ (تنبیہ الولاۃ و احکام، ص ۳۲۸)

امام ابن عابدین شامی حنفی امت کی رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل واجب ہے اور امام مالکؒ، امام ابولیسؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاقؒ اور امام شافعیؒ حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ ان تمام کا مسلک یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔“

فقہ حنفی کے ایک معتبر امام، امام ابن ہمامؒ لکھتے ہیں: ”جو بھی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے، وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مرتد ہوگا، ہمارے نزدیک ایسے شخص کو بطور حد اُقتل کرنا ضروری ہے اور اس کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے قتل معاف نہیں کیا جائے گا، اہل کوفہ، امام مالکؒ، بلکہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے یہی منقول ہے۔“ علماء نے یہاں تک فرمایا کہ گالی دینے والا نفی میں ہو تب بھی قتل کیا جائے گا اور معاف نہیں ہوگا۔

علامہ طاہر بخاریؒ اپنی کتاب خلاصہ الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

”محیط میں ہے کہ جو نبی ﷺ کو گالی دے، آپ ﷺ کی اہانت کرے، آپ ﷺ کے دینی معاملات یا آپ ﷺ کی شخصیت یا آپ ﷺ کے اوصاف میں سے کسی وصف کے بارے میں عیب جوئی کرے چاہے گالی دینے والا آپ ﷺ کی امت میں سے ہو خواہ اہل کتاب وغیرہ میں سے ہو ذمی یا حر بی، خواہ یہ گالی اہانت اور عیب جوئی جان بوجھ کر ہو یا سہواً اور غفلت کی بناء پر نیز سنجیدگی کے ساتھ ہو یا مذاق سے، ہر صورت میں ہمیشہ کے لئے یہ شخص کافر ہوگا اس طرح کہ اگر توبہ کرے گا تو بھی اس کی توبہ نہ عند اللہ مقبول ہے اور نہ عند الناس اور تمام متقدمین اور تمام متاخرین و مجتہدین کے نزدیک شریعت مطہرہ میں اس کی قطعی سزا قتل ہے۔ حاکم اور اس کے نائب پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کے قتل کے بارے میں ذرا سی نرمی سے بھی کام نہ لے۔“

خطابی کا قول ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے بدگو کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو اور اگر یہ بدگوئی اللہ تعالیٰ کی شان میں ہو تو ایسے شخص کی توبہ سے اس کا قتل معاف ہو جائے

بزازیؒ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حق العبد توبہ سے معاف نہیں ہوتا جیسے تمام حقوق العباد اور جیسا کہ حد قذف (تہمت کی سزا) توبہ سے ختم نہیں ہوتی۔ بزازیؒ نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ انبیاء میں سے کسی ایک کو برا کہنے کا یہی حکم ہے۔“

امام مالکؒ کا مذہب

ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے مصر سے ایک فتویٰ طلب کیا گیا، جس میں میرے فتویٰ کے بارے میں، جس میں کہ میں نے شاتم رسول علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا، تصدیق چاہی گئی تھی۔ اس فتویٰ کے جواب میں امام مالکؒ نے مجھ ہی کو اس فتویٰ کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے یہ جواب لکھا کہ ایسے شخص کو عبرتناک سزا دی جائے اور اس کی گردن اڑادی جائے۔ یہ کلمات کہہ کر میں نے امام مالکؒ سے عرض کی کہ اے ابو عبد اللہ! (کنیت امام مالکؒ) اگر اجازت ہو تو یہ بھی لکھ دیا جائے کہ قتل کے بعد اس لاش کو جلادیا جائے۔ یہ سن کر امام مالکؒ نے فرمایا، ”یقیناً وہ گستاخ اسی بات کا مستحق ہے اور یہ سزا اس کے لیے مناسب ہے۔ چنانچہ یہ کلمات میں نے امام موصوف کے سامنے ان کی ایماء پر لکھ دیے اور اس سلسلے میں امام صاحب نے کسی مخالفت کا اظہار نہ کیا۔ چنانچہ یہ کلمات لکھ کر میں نے فتویٰ روانہ کر دیا اور اس فتویٰ کی روشنی میں اس گستاخ کو قتل کر کے اس کی لاش کو جلادیا گیا۔“ (الشفاء، ج ۲، ص ۴۵۳، اردو ترجمہ)

ابن کنانہ کا حکام کو مشورہ

”مبسوط میں ابن کنانہؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہودی یا نصرانی بارگاہ رسالت میں گستاخی کا مرتکب ہو تو میں حاکم وقت کو مشورہ دیتا ہوں اور ہدایت کرتا ہوں کہ ایسے گستاخ کو قتل کر کے اس کی لاش کو پھونک دیا جائے یا براہ راست آگ میں جھونک دیا جائے۔“ (الشفاء، ج ۲، ص ۴۵۳، از قاضی عیاض مالکی)

حکم قتل پر علمائے مالکیہ کی دلیل

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے مالکیہ نے ایسے گستاخ ذمی کے قتل کے حکم پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ”اور اگر وہ اپنی قسموں کو توڑیں اور عہد شکنی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے بارے میں بدگوئیاں کریں، تو ان کفر کے سرغٹوں سے لڑو۔“ (التوبہ، ۱۲)

اس آیت قرآنی کے علاوہ علمائے مالکیہ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے عمل سے بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو اس کی گستاخیوں کی وجہ سے قتل کروایا تھا۔ اس گستاخ کے علاوہ اور دوسرے گستاخ بھی تمہیل حکم نبوی ﷺ میں قتل کیے گئے تھے۔“ (الشفاء، ج ۲، ص ۴۳۶-۴۳۷)

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: ”جو شخص بھی رسول کریم ﷺ کو گالی دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا دین یا آپ ﷺ کی عادت میں نقص و عیب نکالے یا اسے ایسا شبہ لاحق ہو، جس سے آپ ﷺ کو گالی دینے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت اور نقص و عیب کا پہلو نکلتا ہو، وہ دشنام دہندہ ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے اور وہ یہ کہ اسے قتل کیا جائے۔ اس مسئلہ کی کسی شاخ کو نہ مستثنیٰ کیا جائے اور نہ اس میں شک و شبہ روا رکھا جائے خواہ گالی صراحتاً دی جائے یا اشارۃً۔ وہ شخص بھی اسی طرح ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لعنت کرے یا آپ ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بددعا کرے یا آپ ﷺ کی شان کے لائق نہ ہو یا آپ ﷺ کی کسی چیز کے بارے میں رکیک، بے ہودہ اور جھوٹی بات کرے یا جن مصائب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوچار ہوئے ان کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگائے یا بعض بشری عوارض کی وجہ سے، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوچار ہوئے، آپ ﷺ کی تنقیص شان کرے، اس بات پر تمام علماء اور ائمہ القیوٰی کا عہد صحابہ سے لے کر اگلے تاریخی ادوار تک اجماع چلا آ رہا ہے۔“ (الصارم المسلول، ص ۷۴۵، اردو ترجمہ)

امام قرطبیؒ اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں: ”مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کہا کہ کعب بن اشرف کو بدعہدی کر کے قتل کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کہنے والے کی گردن مار دی جائے۔ (کیونکہ کعب بن اشرف کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا بلکہ وہ مسلسل بدگوئی اور ایذا رسانی کی وجہ سے مباح الدم بن گیا تھا)۔

اسی طرح کا جملہ ایک اور شخص ابن یامین کے منہ سے نکلا تو کعب بن اشرف کو مارنے والے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کی مجلس میں یہ بات کہی جا رہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ خدا کی قسم! اب آپ کے پاس کسی عمارت کی چھت تلے نہ آؤں گا اور اگر مجھے یہ شخص باہر مل گیا تو اسے قتل کر ڈالوں گا۔ علماء نے فرمایا ایسے شخص سے توبہ کے لیے بھی نہ کہا جائے گا بلکہ قتل کر دیا جائے گا جو نبی ﷺ کی طرف بدعہدی کو منسوب کرے۔ یہی وہ بات ہے، جسے حضرت علیؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے سمجھا، اس لیے کہ یہ تو زندہ ہے۔“ (تفسیر قرطبی، ص ۸۲، جلد ۸)

اسلام (کافر ساب) کے قتل کو ساقط نہ کرے گا۔ اس لئے کہ یہ قتل نبی ﷺ کے حق کی وجہ سے واجب ہو چکا ہے، کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی بے عزتی کی ہے، آپ ﷺ پر نقص و عیب لگانے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے اسلام لانے کی وجہ سے بھی اس کا قتل معاف نہ ہوگا اور نہ یہ کافر مسلمان سے بہتر ہوگا، بلکہ بدگوئی کی وجہ سے باوجود توبہ کے دونوں کو چاہے کافر ہو یا مسلم قتل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی، ص ۸۲، ج ۸)

امام شافعیؒ کا مذہب

امام شافعیؒ سے صراحتاً منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے سے عہد ٹوٹ جاتا ہے اور ایسے

شخص کو قتل کر دینا چاہیے۔ ابن المنذرؒ، الخطابیؒ اور دیگر علماء نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام شافعیؒ اپنی کتاب ”الام“ میں فرماتے ہیں:

”جب حاکم وقت جزیرہ کا عہد نامہ لکھنا چاہے تو اس میں مشروط کا ذکر کرے۔ عہد نامے میں تحریر کیا جائے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کتاب اللہ یا دین اسلام کا تذکرہ نازیا لفاظ میں کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری اٹھ جائے گی، جو امان اس کو دی گئی تھی، ختم ہو جائے گی اور اس کا خون اور مال امیر المومنین کے لیے اس طرح مباح ہو جائے گا جس طرح حربی کافروں کے اموال اور خون مباح ہیں۔“ (الصارم المسلول، ص ۳۲-۳۳، اردو ترجمہ)

امام محمد بن سحنون بھی اجماع نقل کرتے ہیں:

”اس بات پر علماء کا اجماع منعقد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے بارے میں عذاب خداوندی کی وعید آئی ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور اس کی سزا میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“ (الدر مختار، ج ۳، ص ۱۷۲، نسیم الریاض، شرح الشفاء، ج ۴، ص ۳۳۸، الصارم المسلول، ص ۲۵-۲۶، اردو ترجمہ)

صحیح بخاری کے مشہور شارح جلیل القدر محدث ابن حجر عسقلانیؒ اپنی کتاب فتح الباری (ص ۲۳۶ ج ۱۲) میں لکھتے ہیں: ابن المنذر نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا کہ جو نبی ﷺ کو گالی دے، اسے قتل کرنا واجب ہے۔ ائمہ شوافع کے معروف امام ابو بکر الفاریسیؒ نے اپنی کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کو تہمت کے ساتھ برا کہے، اس کے کافر ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے، وہ تو بہ کرے تو بھی اس کا قتل ختم نہ ہوگا کیونکہ قتل اس کے تہمت لگانے کی سزا ہے اور تہمت کی سزا تو بہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب

”جو شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ ﷺ کی توہین کرے، خواہ وہ مسلم ہو یا کافر، تو وہ واجب القتل ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور اس سے تو بہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔“ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ہر آدمی جو ایسی بات کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی تعقیص شان کا پہلو نکلتا ہو، وہ واجب القتل ہے؛ خواہ مسلم ہو یا کافر، یہ اہل مدینہ کا مذہب ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف گالی کا اشارہ کرنا ارتداد ہے، جو موجب قتل ہے۔ یہ اسی طرح جیسے صراحتاً گالی دی جائے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اپنے امام کا عقیدہ ارقام فرماتے ہیں:

”ابوطالب سے مروی ہے کہ امام احمدؒ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہو۔ فرمایا: اسے قتل کیا جائے، کیونکہ اس نے رسول کریم ﷺ کو گالیاں دے کر اپنا عہد توڑ دیا۔“

حرب کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے ایک ذمی کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے رسول کریم ﷺ کو گالی دی تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ اسے قتل کیا جائے۔ امام احمدؒ نے جملہ اقوال میں ایسے شخص کے واجب القتل ہونے کی تصریح ہے، اس لیے کہ اس نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا۔ اس مسئلہ میں ان سے کوئی اختلاف منقول نہیں۔

(الصارم المسلول، ص ۲۷-۲۸، اردو ترجمہ)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کو گالی دینے والے، آپ ﷺ کی توہین کرنے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) سے یہی منقول ہے۔

ائمہ اربعہ کی تصریحات کے بعد چاروں مذاہب کے جید اور محقق علمائے کرام نے اس خاص مسئلہ پر چار انمول کتب تصنیف فرما کر اتمام حجت کر دیا ہے اور ان میں گستاخ رسول کی سزا اپنے اپنے زاویہ نظر سے ”حد اُقتل“ قرار دی گئی ہے۔ ان کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱... کتاب الشفاء بترغیف حقوق المصطفیٰ ﷺ، مرتبہ قاضی عیاض اندلسی مالکی متوفی ۵۵۴ھ،

۲... الصارم المسلول علی شاتم الرسول، مولفہ امام حافظ ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ

۳... السیف المسلول علی شاتم الرسول، مولفہ امام تقی الدین سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ

۴... تنبیہ الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام ﷺ، علامہ شامی حنفی

نہی پاک ﷺ کی سنت کی مخالفت بھی کفر ہے

”اگر کسی شخص نے بیان کیا کہ ناخنوں کا کاٹنا نبی علیہ السلام کی سنت ہے اور سننے والے نے کہا ٹھیک ہے سنت تو ہے مگر میں پھر بھی نہیں کاٹتا، اس سے بھی وہ کافر ہو جائے گا۔“ (خلاصۃ الفتاویٰ، ج ۴، ص ۳۸۶)

امام ابو یوسفؒ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مامون کے سامنے بیان کیا گیا کہ نبی ﷺ کدو پسند فرماتے تھے۔ ایک آدمی فوراً بولا: میں اسے پسند نہیں کرتا۔ حضرت امام ابو یوسفؒ نے حکم دیا کہ تلوار اور چمڑا لایا جائے (جو قتل کے لئے منگوا یا جاتا ہے) اس آدمی نے کہا میں نے جو کچھ ذکر کیا اس سے اور تمام موجبات کفر سے استغفار کرتا ہوں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبده و رسوله۔ امام ابو یوسفؒ نے اسے چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ مامون کے زمانے میں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ اگر کسی نے جولاہے کو قتل کیا تو کیا حکم ہے؟ جواب دینے والے نے (قتل کے حکم شرعی کا) مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ ایک خوبصورت تروتازہ باندی دینی ہوگی۔ مامون نے یہ جواب سنا تو جواب دینے والے شخص کی گردن اڑانے کا حکم دیا جس پر عمل کیا گیا اور مامون نے کہا کہ یہ شریعت کے احکام کا

استہزاء ہے اور شریعت کے کسی بھی حکم کا مذاق اڑانا کفر ہے۔“ (شرح الفقہ الاکبر للقاری ص ۱۳۲ ج ۱ ص ۱۳۲)

دیوبندی مسلک کے فتاویٰ

حکیم الامہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی اور اہانت کرنا کفر ہے“ (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۳۹۳)
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف فواحش کی نسبت کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: ”یہ کفر ہے، کیونکہ یہ چیز انہیں گالی دینے اور ان کی توہین و تحقیر کے برابر ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۶۲، فتاویٰ عالمگیری مصری، ج ۲، ص ۳۶۳)

مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دی تو وہ کافر ہے۔“ (اکفار المحدثین، ص ۱۱۹، فتاویٰ شامی، ج ۳، ص ۳۱۷)

شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ کے بارے میں الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معنی حقیقتاً مراد نہیں لیتا بلکہ معنی مجازاً مراد لیتا ہے، تاہم ایہا گستاخی و اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں کہ اس میں گستاخی، اہانت اور اذیت کا وہم پایا جاتا ہے اور یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے لفظ ”راعنا“ بولنے سے منع فرمایا اور ”انظرنا“ کا لفظ عرض کرنا ارشاد فرمایا۔ پس ان کلمات کفر کے کہنے والے کو منع شدید کرنا چاہیے۔ اگر مقدور ہو اور اگر باز نہ آئے تو قتل کر دیا جائے کہ مودی حق تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مجرم ہے۔“ (الاشہاب الثاقب، ص ۵۰، لطائف رشیدیہ ص ۲۲)

غیر مقلدین کے فتاویٰ

مذہب اربعہ کی ان بے پایاں تصانیف اور خدمت کے بعد غیر مقلدین کے مشہور و معروف اور معتبر عالم علامہ وحید الزماںؒ بھی اس موقف کی تائید کرتے ہیں:

”کسی نبی کی تحقیر یا توہین کفر ہے.... مسلمان نہ جناب خاتم رسالت ﷺ کے ساتھ بے ادبی کرنے کو گوارہ کریں گے اور نہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، نہ کسی اور نبی کے ساتھ اور جو کوئی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بے ادبی کرے گا، اس مردود کو بھی ہم اسی طرح ماریں گے اور قتل کریں گے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی کرنے پر اسکو ماریں گے اور قتل کریں گے۔“ (حاشیہ سنن ابن ماجہ، مترجم علامہ وحید الزماںؒ، حاشیہ بر بذکر البعث، ص ۳۹۶، مطبوعہ: الحدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور)

بریلوی مسلک کا فتویٰ

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویؒ الاشبہ والنظائر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”نشے کی حالت میں کسی مسلمان کے منہ سے کلمہ کفر نکل گیا تو اسے کافر نہ کہیں گے اور نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشے کی بے ہوشی سے بھی صادر ہو تو اسے معافی نہ دیں گے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۴۰)

گستاخ رسول ﷺ کے لیے معافی ایک دھوکہ ہے!

بعض اخباروں میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ کارٹونسٹ نے معافی مانگ لی کہ ”اگر“ کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو میں اس سے معافی چاہتا ہوں، حالانکہ معروف ہستیوں کے نام لے لے کر اُن کی توہین کرنا آزادی اظہار نہیں، لیکن پھر بھی معافی ایک دھوکہ ہے، کیونکہ یہ پہلی مرتبہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ بار بار کیا گیا ہے اور اس پر تمام دنیا کے اہل ایمان سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ ”معافیاں“ مانگی گئی ہیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ گستاخیاں کرنا اور پھر اس پر ”معافی“ مانگنا ان کا وتیرہ بن چکا ہے۔ اللہ کے محبوب ترین ہستیوں کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرنا بھی اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کو ایذا پہنچانا، دنیا اور آخرت میں اپنے اوپر، اپنے حمایتیوں پر، اپنے ہمنواؤں پر بلکہ ساتھ میں بہت سے عوام پر بھی عذابوں کا مطالبہ کر لینا ہے۔ ظاہر ہے کہ اول تو اُن سے معافی طلب نہیں کی گئی جس ہستی کو ایذا پہنچائی گئی۔ دوسرے شریعت میں معافی کی گنجائش ہی نہیں اور وہاں سے معافی حاصل ہی نہیں ہو سکتی، تو یہ سارے عالم کو دھوکہ دے کر اندھا بنانا ہے۔

پھر یہ کہ کارٹونسٹ اور اُس کے سرپرستوں کے بیان میں ”اگر“ کا لفظ بتا رہا ہے کہ اب بھی اُن کے نزدیک کوئی بات اہانت، تذلیل و تحقیر کی واقعی نہیں ہوئی، اگر کسی کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی ہو تو معافی چاہتے ہیں۔ ذرا غور تو کریں کہ معافی اور وہ بھی صرف اُس وقت کے متنبہ کرنے والوں سے اور پھر اپنی نظر میں غیر واقعی بات کہ ”اگر“ ہو تو، یہ کیا معافی مانگنا ہوا، یہ تمام دنیا کو دھوکہ دینے کے سوا اور کیا ہے؟ یاد رکھئے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ وہ دلوں کا حال خوب جانتے ہیں۔

دنیا بھر کے اربوں مسلمانوں کو جو اس وقت سخت اضطراب کی آگ میں بھن رہے ہیں اور تڑپ رہے ہیں، کیا اس دھوکہ سے ان کو کوئی سکون ہو سکتا ہے؟ جب مسلمانوں کو شرعی طور پر معاف کرنے کا حق ہی نہیں ہے تو کیا وہ عذاب الہی جو ایسے عرش ہلا دینے والے گناہوں پر بے قرار ہو کر برس پڑتے ہیں، اس سے ان کی کوئی رکاوٹ ہو سکتی ہے؟

احکام الہی، ارشادات نبوی، اجماع امت، قیاس شرعی، عقل سلیم، ہتک عزت کا قانون تمام

دنیا کی قوموں اور مملکتوں میں دیکھ چکے ہیں تو اس کے سوا کیا چارہ کار ممکن ہے کہ ان توہین کرنے والوں اور ایذا دینے والوں کے وجود سے زمین و آسمان کو پاک کر دیا جائے، یہی اصل توبہ ہے، چاہے وہ بد بخت مسلمان ہو، ذمی ہو یا حربی کافر ہو۔

عقلی وجوہات

سب جانتے ہیں کہ رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی منتخب وہ اعلیٰ ہستی ہیں جن کے لئے اللہ نے اس دنیا کو قائم کیا اور تمام انبیاء پر مقدم رکھا، جو ان کی توہین کرے، برا کہے یا مذاق اڑائے ایسے لوگ یا ان کا ساتھ دینے والے آخر کیسے اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں، یہ خدائی احترامات کو پامال کرنے کا جرم ہے جو انتہائی خطرناک اور ناقابل معافی گناہ ہے، چاہے ایسا کرنے والا پہلے مسلمان ہو پھر مرتد ہو کر دوبارہ اسلام قبول کر لے، چاہے ذمی یا حربی کافر ہو اور توہین کرنے کے بعد اسلام قبول کر لے۔ اسی طرح توہین کرنے والوں کو بے قصور تصور کرنا یا پھر یہ کہہ کر ان کے جرم کو ہلکا کرنا کہ وہ توہین کرتے ہیں تو کسی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کو اس بات کی اہمیت ہی معلوم نہیں کہ رسول ﷺ ہمارے لئے کیا ہیں۔ یہ کہہ کر ان کو معاف کرنا اتنا ہی بڑا گناہ ہے جتنا کہ توہین کرنے والا شخص گناہگار ہے۔ کیونکہ برائی کو بڑا نہ سمجھنا بھی گناہ ہی ہے، جس طرح ظلم پر خاموش رہنا بھی ظالم کا ساتھ دینا ہوتا ہے۔ پھر کافر اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے کیا درجہ رکھتے ہیں، جمعی تو وہ اُن کی طرح طرح سے توہین کرتے ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ”اگر کوئی شخص اپنے نبی کی شان میں گستاخی سن کر خاموش رہے، تو وہ شخص بھی اُس نبی کی امت سے خارج ہو جاتا ہے۔“

(تحفظ ناموس رسالت اور گستاخ رسول کی سزا، ص ۳۲۳، شائع کردہ عالمی تحفظ ختم نبوت، ملتان)

ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ معمولی آدمی کی ہتک عزت بڑا جرم ہے اور ہر حکومت میں یہ جرم قابل سزا ہوتا ہے۔ اور جب ہتک عزت انتہائی معززین کی ہو تو انتہائی سزائیں کا مستحق ہوتا ہے۔

تمام قوموں سے ایک سوال

اسرائیل ہو یا ساری دنیا، مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی کوئی مملکت یا اقوام متحدہ یا کوئی ادارہ جس میں انسانیت کی کوئی رفق باقی ہو، بلکہ دنیا بھر کے ہر ہر فرد سے یہ سوال ہے کہ اگر کوئی مسلمان یا دوسرے دین کا کوئی فرد آپ کے نبیوں، مقتداؤں، دین کے ستونوں اور ان کے اہلخانہ کے نام لے لے کر یہ انتہائی برا کام کرے کہ ایک دن کو مقرر کر کے کارٹون ڈے منائے اور اس کو کرنے سے پہلے اعلان کرے کہ جو بھی حصہ لینا چاہے اسے دعوت عام ہے، اور آپ کو اس پر طاقت و قدرت حاصل ہو تو آپ

اُس کے ساتھ کیا کریں گے؟

اگر یہ حرکت عالم انسانیت کسی طرح اپنے لئے قطعی برداشت نہیں کر سکتی تو اُس وقت وہ انسانیت کہاں غائب ہو جاتی ہے جب ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بات آ جاتی ہے؟ کیا آپ برداشت کر سکتے ہیں؟ کیا آپ اُس وقت آگ بگولہ نہ ہوں گے؟

مسلمانوں سے سوال

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دینے والوں سے متعلق قرآنی آیات آپ کے سامنے ہیں۔ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا گستاخوں کے ساتھ معاملہ آپ کے علم میں آ گیا۔ احکامات فقہ، فتاویٰ ائمہ، علماء کے رد عمل اور اجماع امت سے واقف ہونے کے بعد اب کوئی ابہام نہیں رہا کہ تو بین رسالت کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں اور معافی کا کوئی تصور نہیں۔

آخر ہم نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی ناموس کی حفاظت کا اب تک کتنا حق ادا کیا؟ وہ نبی ﷺ جو تمام عمر یہی دعا کرتے رہے کہ یا اللہ! میری امت کو بخش دے اور جب اس دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو اُن کے لبوں پر یہی الفاظ تھے کہ یا اللہ! میری امت کو بخش دے۔ نہ کبھی اپنے لئے اللہ پاک سے سوال کیا نہ اپنی اولادوں کے لئے کچھ مانگا، ہمیشہ امت کا غم دل میں رکھا۔ وہ جن کی دعاؤں سے آج ہم اجتماعی تباہی سے بچے ہوئے ہیں، ورنہ وہ کون سا گناہ ہے جو امت محمدیہ نہیں کر رہی جن کی وجہ سے پچھلی قوموں کو اللہ جل شانہ نے عذاب میں پکڑا اور صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ ہم ایسے کریم شفیقت کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ یا تو بن آ میز خا کے کیسے برداشت کر لیتے ہیں؟ اپنی بزدلی اور ایمانی کمزوری کا اقرار کرنے کے بجائے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دے لیتے ہیں کہ اب تو انہوں نے معافی مانگ لی، حالانکہ شریعت میں اس جرم کی تو معافی ہے ہی نہیں۔

دین ہم تک پہنچانے والے کی ناموس کی حفاظت کے لئے ہم کھڑے نہ ہوئے تو ہمیں مسلمان کہلانے کا کیا حق ہے۔ یہ آیت شاید ہم جیسوں کے لئے ہی نازل ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے۔ تم کہہ دو کہ ابھی ایمان تو تمہارے دلوں میں اُتر ہی نہیں، بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے۔ (الحجرات، ۱۴)

آج ہمارا زمانہ بھی صحابہؓ کے دور سے قریب تر ہے۔ جو اہل صحابہ کرامؓ نے سمیٹ لیا اب وہ کوئی اور نہیں پاسکتا، انہوں نے اسلام کی بنیاد رکھی، انہوں نے اُس وقت دین کو تقویت دی جب چاروں طرف کفر کی ظلمت چھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے چاروں طرف پھیلے کافروں سے نگرلی، خاص طور پر اُس وقت کی دو بڑی سلطنتوں روم اور فارس کی شوکت کو توڑا۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان کو بلا واسطہ رسول اللہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آج اسلام پھر غریب الوطن ہے۔ آج ہمارے زمانے میں بھی

ساری دنیا پر عالم کفر چھایا ہوا ہے اور کہنے کو تو بہت سارے اسلامی ممالک بھی ہیں، لیکن کسی بھی ملک میں شرعی اسلامی حکومت نہیں ہے، ہر اسلامی ملک نے سربراہ بننے کا جو نظام اپنایا ہوا ہے، اس میں کسی صورت عالم کفر کی مرضی کے برخلاف کوئی اسلامی ذہن رکھنے والا شخص منتخب ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ اور بھی خطرناک وقت ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرنے کی کوشش کرنے والوں کو صرف کفار سے ہی نہیں ٹکراتا ہوتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کرنے والے مسلمان اتحادیوں کی مخالفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا زمانہ بعینہ صحابہؓ کی طرح نہیں پھر بھی ان سے مماثلت رکھتا ہے۔ ہم میں سے اکثر یہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم اگر دو صحابہؓ میں ہوتے تو اسلام کی فلاں خدمت کرتے، رسول ﷺ کی خدمت کر کے انوارات سمیٹتے۔ ذرا آنکھ بند کر کے تصور کریں، نبی ﷺ اپنے روضے مبارک میں تشریف فرما ہیں، فرشتے امت کے اعمال اور حالات آپ ﷺ کو پیش کر رہے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دل گرفتہ ہیں... ہاں مدینے کی طرف کان لگا کر سنیں... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: ”من یکفینسی عدوی“ میرے دشمن کی خبر کون لے گا؟ یہ ہم کو ایذا دیتے ہیں۔ اب آنکھ کھول لیں... ہاں، اب آنکھ کھول ہی لیں، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، آپ میں ایمان کی کتنی رمت باقی ہے؟ یقیناً ہر مومن کہے گا ”میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ“۔

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ”آخری وقتوں میں لوگوں کی ایک ایسی نسل ہوگی کہ جن میں سے ایک کا اجر پچاس کے برابر ہوگا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ ہم میں سے پچاس یا اُن میں سے پچاس۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے پچاس“۔ (اللہ ہمیں فتح کے لیے تیار کر رہا ہے، امام انور العلوٹی)

اتنے زیادہ اجر کا ذکر کیوں فرمایا... حالات کی سختیوں کی وجہ سے۔ تو جب اجر بٹنے کا وقت ہے پھر پیچھے رہنا کون چاہے گا۔ ہاں! جنت کے اعلیٰ درجات تو قربانیوں سے ہی حاصل ہوتے ہیں، لہذا سوچیں اور سمجھیں اپنے اعمال پہ نظر کریں، اپنی صلاحیتوں کو ٹٹولیں اور دین کی سر بلندی اور ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لئے استعمال کریں۔ رسول ﷺ کو کافروں سے اتنی تکلیف نہیں پہنچتی جتنی اپنی امت کے رویہ سے پہنچتی ہے۔ اس دنیا سے آگے بھی ایک دنیا ہے، جہاں ہمیں جانا ہے، کسی کی سفارش یا مصلحت کام نہیں آئے گی، اس دنیا میں تو ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر وہاں اللہ تعالیٰ سب کھول کر رکھ دیں گے۔ جو صراطِ مستقیم پر چلے گا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرے گا اُسی کا بیڑا پار ہوگا۔

☆☆☆☆